The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

غزوات نبوی ﷺ اور ابتدائی مصادرِ سیرت وحدیث ایک منہجی جائزہ

"THE PROPHETIC EXPEDITIONS (GHAZAWĀT) AND THE EARLY SOURCES OF SEERAH AND HADITH: A METHODOLOGICAL STUDY"

Dr. Muhammad Dawood Khan
Lecturer department of Islamic studies Bacha Khan university Charsadda
muhammaddawoodkhan749@gmail.com
Dr Sumia Inayat
Lecturer department of Islamic studies, university of Malakand, Chakdara Dir (Lower), KP, Pakistan muhammadjanjan@gmail.com
Naseem Khan
Lecturer department of Islamic studies, university of Malakand, Chakdara Dir (Lower), KP, Pakistan Naseemum0@gmail.com

Abstract:

The Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ holds a central place in the Islamic intellectual tradition, as the practical understanding of the Qur'an and the objectives of Islamic law cannot be fully grasped without studying the Prophetic biography. Among the important aspects of the Seerah are the Prophet's military expeditions (Ghazawāt) and detachments (Sarāyā), through which his leadership, strategic wisdom, ethical conduct, and legal guidance are clearly reflected. For this reason, early scholars of Hadith, Fiqh, and Seerah devoted considerable attention to preserving and transmitting their accounts.

A key issue in the study of these expeditions concerns the nature of their sources and the methodologies used in their transmission. Hadith scholars emphasize the authenticity of chains of narration and the reliability of narrators, while Seerah scholars focus more on narrative coherence, chronology, and historical context. This methodological difference often leads to variations in the number, dates, and details of expeditions, which are sometimes misunderstood as contradictions, though they largely stem from differences in scholarly approach.

This study examines the linguistic and technical meanings of terms such as Ghazwah, Sariyyah, Siyar, Maghāzī, and Jihād, and explores the methodological relationship between Hadith and Seerah studies. It also highlights the scholarly value of the Ghazawāt and Sarāyā narratives in understanding Islamic principles of warfare, leadership, and ethics, while addressing misconceptions regarding the reliability of Maghāzī literature.

Keywords: Seerah, Ghazawāt, Sarāyā, Maghāzī, Hadith Methodology.

سیرتِ رسول اکرم ﷺ اسلامی علوم میں ایک بنیادی اور ہمہ پہلو علمی باب کی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر نہ قرآنِ حکیم کی عملی توضیح مکمل ہو سکتی ہے اور نہ ہی شریعتِ اسلامی کے مزاج، مقاصد اور منہجی ساخت کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ خصوصاً غزوات اور سرایا سیرتِ نبوی ﷺ کا وہ عملی پہلو ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت، تدبیر، اخلاقی اقدار، فقہی رہنمائی اور دعوتی حکمت اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر آغاز ہی سے محدثین، فقہاء اور سیرت نگاروں نے مغازی اور جہاد کے واقعات کو غیر معمولی اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا اور انہیں اسلامی علمی روایت کا مستقل حصہ بنایا۔

غزواتِ نبوی ﷺ کے علمی مطالعے میں ایک بنیادی مسئلہ یہ رہا ہے کہ ان کے مصادر، تحقیقی مناہج اور قبولیت کے معیارات، علمِ حدیث اور علمِ سیرت میں یکساں نہیں رہے۔ محدثین روایت کی صحت، اسناد کے اتصال، رواۃ کی عدالت وضبط اور اصولِ جرح وتعدیل کو اساس بناتے ہیں، جبکہ سیرت نگار واقعات کے تسلسل، ان کے اسباب و نتائج، زمانی و مکانی ربط اور تاریخی پس منظر کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اسی منہجی تفاوت کے نتیجے میں بعض غزوات و سرایا کی تعداد، تاریخِ وقوع اور بعض جزوی تفصیلات میں اختلاف نظر آتا ہے، جسے بعض اوقات حقیقی تضاد سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ یہ اختلاف زیادہ تر تعبیر، اندازِ شمار اور تحقیق کے طریقِ کار کا نتیجہ ہوتا ہے، نہ کہ اصل واقعات کے انکار یا تردید کا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

غزوی کی لغوی تحقیق

غز وہ غزا یغز و غز واً سے ہے ای طلباً و قصداً یعنی طلب کرنااور قصد کرنا۔ یقال عرفت من ھٰذا الکلا م ۔ ای مایرا د ۔ ترجمہ: کہاجاتاہے میں نے اس کلام کامطلب سمجھ لیا۔(1)

غزا ، یغزو ، غزواً و غزاوۃً ، غزواناً۔ جہاد کے لئے نکلناہے۔ الغزوۃ ایک لڑائی۔ ج غزواتٍ لڑائیاں، الغازی۔ اسم فاعل لڑائی کرنے والا۔ اسلام کاحامی اور غازی کی جمع غُزاۃ وغُزیً وغزاء" ہیں۔ اور اس کی تانیث غازیۃ ہے۔ جس کی جمع غواز وغازیات ہیں۔(2)

"المَغْزَی" اسم ظرف ہے، جس کے معنی جنگ کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کی جمع "مَغَازٍ" اور "المَغَازِي" آتی ہے۔ "المَغَازِي" سے مرادغازیوں کے مناقب اور ان کے کارنامے یاافعال ہیں۔(3)۔

غزوہ کی اصطلاحی تعریف: ھی ما خر ج فیہ الرسو ل اللہ علیہ السلام مع المقاتلین۔(4)

ترجمہ: جس جہاد میں رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو۔ وہ علمائے سیر کی اصطلاح میں "غزوہ" کہاجاتاہے۔

سریہ کی لغوی تحقیق: السریۃ قطعۃ من الجیش: سریہ لشکر کے ایک حصے کو کہاجاتاہے۔ جمع سرایاہے۔ سمیت بذالک لا نھا تسریٰ خفیۃ اور اس کو سریہ اس لئے کہاجاتاہے۔ کہ یہ خفیہ طور پر دشمن کاتعاقب کرتاہے۔(5)

سریہ کی اصطلاحی تعریف: ھی مالم یخرج فیھا الر سول اللہ ﷺ بنفسہ۔(6)

ترجمہ: سریہ وہ ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس شرکت نہیں کی ہو۔ بلکہ کسی کو امیر مقرر فرماکر صحابہؓ کی جماعت کو جہاد کے لئے بھیجاہو۔

سلسلہ جہاد کی ابتداء غزوات سے ہوئی یاسرایاسے:

اکثر اہل سیر کی رائے یہ ہے کہ ابتداء سرایاسے ہوئی ہے۔ محمد بن سعد اور واقدی کی یہی رائے ہے۔(7)

علامہ ابن قیّم نے زاد المعاد میں یہی لکھاہے۔[8] اور یہی حافظ ابن حجر اور دوسرے محققین کی رائے ہے۔(9)

غزوات کی تعداد :

مشہور اور صحیح بات یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس (27) ہے۔(10) ان ستائیس غزوات میں سے نبی کریم ﷺ نے نو غزوات میں قتال کیا۔ بدر، اُحد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حُنین اور طائف (11)

سرایا کی تعداد :

اصحاب سیر میں سے ابن اسحاق اور ابن ہشام کے نزدیک سرایا کی تعداد اڑتیس (38) ہے۔(12)

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں سرایا کی تعداد سینتالیس (47) ذکر کی ہے۔(13)

ابن جوزی نے تلقیح میں سرایا کی تعداد چھپن (56) لکھی ہے۔

مسعودی کے نزدیک سرایا کی تعداد ساٹھ (60) ہے۔(14)

ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاسے پینتیس (35) کی روایت نقل کی ہے۔(15)

غزوات و سرایا کی تعداد میں اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا۔ ممکن ہے۔ بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہواہو۔ اسلئے ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق تعداد بتادی۔ دوسرے یہ کہ بعض اصحاب سیر ایک سفر میں واقع ہونے والے غزوات کو ایک شمار کرتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک تعداد کم ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرے اصحاب سیر ان غزوات و سرایا کو الگ الگ شمار کرتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک تعداد بڑھ جاتی ہے۔(16)

علم حدیث اور سیر و مغازی :

علم حدیث روایت اور درایت کے اعتبار سے دو قسموں پر مشتمل ہے:

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

(1)روایت حدیث:

یہ وہ علم ہے جو ان احادیث کی نقل اور روایت پر مبنی ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہوں، خواہ وہ قولی ہوں، فعلی ہوں یا تقریری، یا آنحضرت ﷺ کی کسی صفت پر مشتمل ہوں۔ قولِ مختار کی بناپر اس میں اقوالِ صحابہ اور تابعین بھی شامل ہوتے ہیں۔(17)

(2)درایتِ حدیث:

درایتِ حدیث ان مباحث اور مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں جن کے ذریعے راوی اور مروی (حدیث) کے احوال کو قبولیت کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے۔(18)

راوی: جو شخص اپنی سند سے حدیث روایت کرتا ہو۔ خواہ مرد ہو یا عورت اس کو راوی کہتے ہیں۔(19)

مروی: روایت کردہ حدیث یا قول کو مروی کہتے ہیں۔ اسلئے مروی عام ہے۔ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب ہو۔ یا صحابہ و تابعین کی طرف احوال الراوی: راوی کے حالات جن کو اس کی روایت کی قبولیت یا عدم قبولیت میں معتبر سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہیں کہ اس نے کس طرح حدیث سنی۔ اور کیسے روایت کی۔ کیا وہ ثقہ راوی ہے۔ یا اس پر نقد و جرح کی جاچکی ہے۔ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کب پیدا ہوا اور کب وفات پائی۔(20)

احوال المروی: احوال المروی سے مراد وہ شرائط ہیں۔ جن کا تعلق حدیث کے اخذ و روایت اور سند کے متصل یا منقطع یا معلق ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ہم راوی یا مروی کو مقبول یا مردود کہتے ہیں۔ تو اس سے مراد یہ نہیں لیتے۔ کہ مقبول وہ ہے۔ جس پر عمل جائز ہو۔ اور مردود وہ ہے۔ جس پر عمل ناجائز ہو۔ بلکہ راوی کے مقبول ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کی روایت قبول کرتے ہیں۔ اور مردود ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کی روایت ہمارے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔ اسی طرح مروی کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ ثابت اور درست ہے۔ اور درست ہے۔ اور مردود ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ مشکوک اور غیر صحیح ہے۔(21)

درایت حدیث کے علم کو "علم اصول الحدیث" بھی کہتے ہیں۔(22)

سیر و مغازی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

سیر سیرت کی جمع ہے۔ لغت میں سیرت کے معنی ہیں طریقہ اور راستہ۔ بعد میں یہ لفظ عام لوگوں کے حالات کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے حالات، افکار اور تعلیمات کے مجموعے پر اس لفظ کا اطلاق ہوا۔[23] اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے یوں تعریف بیان کی ہے۔ آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ﷺ و صحابہ کرام و آن عظام است۔ واز ابتدائے تولد آنجناب علیہ السلام تاعایت وقات۔ آن راسیرت گویند۔(24)

فقہاء اور محدثین کے یہاں لفظ سیرت مغازی اور جہاد کے معنوں میں مستعمل ہے۔ چنانچہ امام مسلمؒ کی جامع میں کتاب السیر والجہاد(25) اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری میں کتاب المعازی والسیر کی عنوانات موجود ہیں۔(26)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ والسیرجمع سیرۃ واطلق ذالک علی ابوا ب الجہا د لانہا متلقاۃ من احوال النبی ﷺ فی غزواتہ۔(27)

ترجمہ: سیر لفظ سیرت کی جمع ہے۔ اور اسکا اطلاق جہاد کے ابواب پر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ان حالات سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ جو غزوات میں پیش آئے۔

علامہ ابن ہمامؒ نے سیرت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔

السیر جمع السیرۃ و ھی الطریقۃ فی الا مو ر وفی الشر ع تختص بسیر النبی علیہ السلام فی مغا زیہ ولکن غلب فی لسا ن اہل الشر ع علی الطرا ئق الما مو ر بھا فی غزوۃ الکفار۔(28)

سیر لفظ سیرت کی جمع ہے۔ بمعنی طور طریقہ، اور اسکا اطلاق شریعت میں مغازی میں رسول اللہ ﷺ کے احوال کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن علمائے شریعت کے نزدیک اس کا اطلاق عام طور ان طریقوں پر ہوتا ہے۔ جن کا حکم کفار سے جنگ میں دیا گیا ہے۔

لفظ معازی کی تحقیق:

غزوہ اور مغزیٰ اسکی جمع ہے۔ مغازی اور اسکے لغوی معنی قصد، ارادہ، اور مطلب ہے۔ اور شرعی معنی کفار سے قتال ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

و اصل الغز وا لقصد و مغزى الكلا م مقصده و المرا د بالمغا زى ما و قع من قصد النبى عليه السلام بنفسه و بجےش من قبله و قصد هم اعم من ان يكو ن الى بلا د هم او الىٰ الاما كن الى حلّوها حی دخل مثل احد و الخندق۔ (29)

ترجمہ: غزوہ کا لغوی معنی قصد اور ارادہ ہے۔ اور یہاں مغازی سے مراد رسول اللہ ﷺ کا بنفس نفیس یا اپنے لشکر کے ذریعہ کفار کا مقصد و ارادہ کرنا ہے۔ یہ مقصد کفا کے شہروں کا ہوں یا ان کے مقامات کا ہو جہاں وہ اترے ہوں۔ تاکہ اس میں غزوہ اُحد اور غزوہ خندق وغیرہ شامل ہوں۔

علم حدیث اور سیر و مغازی کے آپس میں مناسبت :

علم السیر والمغازی علم حدیث ہی کا ایک اہم حصہ ہے۔ کیونکہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال وافعال اور مقررات سے بحث جن کا تعلق غزوات و سرایا سے ہے۔ امام ابو عبد اللہ حاکم نے معرفہ علوم الحدیثہ میں لکھا ہے۔ هٰذا النوع من هٰذه العلوم معرفةمغازى رسول الله ﷺو سرا ياه و يعوثه و كتبه الى ملو ک المشر كين و ما يصح من ذ الک و ما يشذّ و ما ابلىٰ كل و احد من الصحا بة فى تلک و الحرو ب بين يديه و من ثبت و من هر ب و من جبن عن القتا ل و من كرّو من تدّين ينصرته عليه السلا م و من نا فق و كيف قسم ر سول الله ﷺ الغنا ئم و من زا د و من نقص جعل سلب القتل بين الاثنين والثلا ثة و كيف اقا م الحدو د فى الفلو ل و هٰذا النو ع من العلو م التى لا يستغنىٰ عنها عالم۔ (30)

علوم الحدیث کی اقسام میں سے یہ قسم ان امور کی معرفت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ مغازی و سرایا و بعثات اور مشرک بادشاہوں کے نام آپ کے خطوط میں کیا صحیح ہیں اور کیا صحیح نہیں ہیں۔ اور ان غزوات ہیں۔ آپ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے کیا کارنامہ انجام دیا۔ کو ثابت قدم رہا۔ کس نے راہ فرار اختیار کی۔ اور کس نے دین پر عمل کر کے آپ ﷺ کی نصرت کی۔ اور کون منافق تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اموال غنیمت کو کیسے تقسیم فرمایا۔ کس کو زیادہ دیا اور کس کو کم دیا اور دو تین مجاہدین میں ایک مقتول کے سلب کے بارے میں کیا کیا؟ اور غلول میں حد کسے جاری کی۔ علوم حدیث کی یہ قسم اس قدر اہم ہے۔ کہ کوئی عالم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے۔ خطیب بغدادی نے بھی سیر و مغازی کو علم حدیث میں شامل کیا ہے۔ اور شرف اصحاب الحدیث میں لکھا ہے کہ حدیث انبیاء کے واقعات، زہاد اور اولیاء کے احوا ل، بلغاء کے مواعظ فقہاء کے کلام، عرب، عجم کے بادشاہوں کی سیر تیں، امم ماضیہ کے قصے، رسول اللہ ﷺ کے مغازی و سرایا کی تفصیلات آپ ﷺ کے احکام وقضایا، خطبے و مواعظ، معجزات، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، اولاد، اصحاب اور ان کے فضائل و مناقب انساب و اعمار کا ذکر ہوتا ہے۔ (31)

حدیث اور سیرت کا فرق :

پہلی بات یہ ہے۔ کہ محدثین کا مقصد احکام و مسائل کا علم اور ان کا بیان ہوتا ہے۔ ذات الرسول علیہ السلام ان کے یہاں الزامی موضوع نہیں ہے۔ سیرت نگار رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے بحث کرتے ہیں۔ احکام کی بحث ان کے یہاں ضمنی ہوتا ہے۔ سیرت کی کتابوں میں واقعات کی تفصیل ہوتی ہے۔ حدیث میں واقعات کی تفصیل نہیں ملتی ہے۔ حدیث اور سیرت میں یہ بھی فرق ہے۔ کہ سیرت میں درجہ صحت سے کم روایات بھی اعتناء کے لائق ہوتی ہے۔ حدیث میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ حدیث اور سیرت کے درمیان صرف اتنا ہی فرق نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات میں محدثین اور سیرت نگار اس حد تک مختلف ہیں۔ (32) کہ کھلا تضاد محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً غزوہ ذات الرقاع مشہور غزوہ ہے۔ اکثر اہل السیر کی رائے یہ ہے۔ کہ اس جنگ کا وقوع خیبر کی جنگ سے پہلے ہوا۔ لیکن محدثین خیبر کے بعد وقوع کے قائل ہیں امام بخاریؒ نے اپنے جامع میں تعلیقًا اس کی تصریح کی ہے۔ اسی قسم کا اختلاف غزوہ ذات قرد کے سلسلے میں بھی ہے۔ اصحاب سیر کہتے ہیں۔ اس کا وقوع صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا۔ جب کہ محدثین صلح حدیبیہ کے بعد وقوع کے قائل ہیں۔ (33)

سیرت اور تاریخ میں فرق :

سیرت تاریخ کی ایک نوع ہونے کے باوجود فن تاریخ سے الگ اور ممتاز صنف ہے۔ مشہور ماہر تاریخ کافیجی نے اپنی کتاب المختصر فی علم التاریخ میں یہ تعریف کی ہے کہ تاریخ کے زمانے کے حالات اور ان حالات کے متعلقات کی یقینی تلاش کا نام ہے۔ علامہ سخاویؒ نے اپنی مشہور تصنیف الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ میں کہا ہے۔ کہ زمانے کے واقعات کی موقت جستجو کا نام تاریخ ہے۔ دور وسطیٰ کے مغربی مفکرین کہتے ہیں۔ کہ تاریخ زندہ مطالعہ کا نام ہے۔

اصحابِ حدیث اور اصحابِ مغازی (یا اصحابِ سیرت) میں فرق

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اصحابِ حدیث تین امور کو جمع کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

آپ ﷺ نے کیا کیا؟

آپ ﷺ کے سامنے کیا کیا گیا؟(34)

اصحابِ سیرت بھی انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں، اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہی ہے۔ تاہم دونوں میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ اصحابِ حدیث کا مقصود بالذات احکامِ شرعیہ کو جاننا ہوتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی ذات سے متعلق بحث ضمناً یا التزاماً آتی ہے۔ اس کے برعکس اصحابِ سیرت کا مقصود بالذات رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو بیان کرنا ہوتا ہے، جبکہ احکام کی بحث ضمناً آتی ہے۔

اسی وجہ سے محدثین کی تمام تر توجہ اس بات پر ہوتی ہے کہ کسی قول یا فعل کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ جبکہ اصحابِ سیرت کو اس کے ساتھ دو اور باتیں بھی معلوم کرنا پڑتی ہیں:

ایک یہ کہ آپ ﷺ نے یہ بات کب فرمائی یا یہ کام کب کیا؟

دوسرے یہ کہ ایسا فرمانے یا کرنے کی وجہ اور پس منظر کیا تھا؟

اس طرح اصحابِ سیرت رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کو مسلسل اور مربوط انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے اسباب و علل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔

اسی فرق کی بنا پر اصحابِ سیرت اور اصحابِ حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ نظر آتی ہیں اور تحقیق کا معیار بھی کسی حد تک مختلف ہو جاتا ہے۔ محدثین رواۃ کی ثقاہت، تقویٰ اور دیانت کو معیار بناتے ہیں اور مقبول راویوں کی روایات میں اختلاف کی صورت میں انہی اوصاف کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔ تاہم خواہ اصحابِ حدیث ہوں یا اصحابِ سیرت، دونوں ایسے راویوں کی روایت قبول نہیں کرتے جو جھوٹے ہوں یا جن پر شدید جرح کی گئی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اصحابِ سیرت اور اصحابِ حدیث بالکل جدا جماعتیں نہیں ہیں۔ اکثر اصحابِ سیرت محدث بھی ہوتے ہیں اور بہت سے محدثین سیرت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں۔ البتہ جب سیرت کے واقعات اور مقاصد کو جمع کیا جاتا ہے تو تحدیث و روایت کے بعض اصولوں اور وجوہِ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔

مغازی کے واقعات دونوں بیان کرتے ہیں، لیکن اندازِ بیان میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً فتح مکہ کے بارے میں محدثین عموماً اتنا بیان کرتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدے کو توڑا اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا، جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے، اس لیے آپ ﷺ نے مکہ کی طرف پیش قدمی فرمائی اور مکہ فتح ہو گیا۔

جبکہ اصحابِ سیرت اس کے ساتھ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ معاہدہ کس قدر اہم تھا، بنی بکر اور بنی خزاعہ کے درمیان طویل عرصے سے جنگ جاری تھی اور اس معاہدے کی وجہ سے وہ رک گئی تھی۔ لیکن قریش نے عہد توڑ کر اس جنگ کو دوبارہ بھڑکا دیا۔

الغرض محدثین کے ہاں جو صحیح روایات ہیں، اصحابِ سیرت ان کی ترجیح میں کلام نہیں کرتے، لیکن سیرت کے واقعات کو مکمل کرنے کے لیے انہیں مزید روایات بھی لینی پڑتی ہیں، جن کے لیے وہ اپنا ایک الگ معیار اختیار کرتے ہیں۔

بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں شدید احتیاط کے باوجود بعض غلط اور موضوع روایات داخل ہو گئی ہیں، اسی طرح سیرت کی روایات میں بھی بعض موضوعات شامل ہو گئے ہیں۔ تاہم اگر ان کو الگ کر دیا جائے تو دنیا کی کسی قوم کی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ دوسری قوموں کی تاریخوں میں نہ اس طرح اسناد کا اہتمام ہے اور نہ موضوع روایات کو الگ کرنے کا کوئی باقاعدہ معیار موجود ہے۔(35)

اصحابِ مغازی کا روایتی معیار

صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آتا ہے، جنھوں نے احادیث و آثار اور سیر و مغازی کے واقعات اپنے خاندانی بزرگوں اور اساتذہ سے روایت کیے۔ ان میں انصار اور مہاجرین کی اولاد میں نسبتاً علم زیادہ پایا جاتا تھا۔ اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ آیا، جنھوں نے صحابہ اور تابعین کے علمی ذخیرے کو آگے بڑھایا۔ سیر و مغازی کا تمام تر سرمایہ انہی اکابر و اصاغر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی روایات سے جمع ہوا ہے۔(36)

احادیث و آثار کی باقاعدہ تدوین سے پہلے یہ تمام حضرات—جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شامل تھیں—اپنے گھروں، اہل و عیال، رشتہ داروں، مسجدوں، محلوں، قبائل اور علمی و تدریسی مجالس میں موقع کی مناسبت سے سیر و مغازی کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ جب جمع و تدوین کا دور آیا تو ان روایات کو اصحابِ سیر و مغازی نے مدون اور مرتب کیا، اور اپنے مقاصد کے پیشِ نظر روایتی معیار میں محدثین کے مقابلے میں کچھ نرمی سے کام لیا۔

مثلاً واقعہ افک کا تعلق ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے تھا۔ اس کی روایت ان سے ان کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے کی۔ ان سے ان کے بیٹے عباد بن عبد اللہ نے، اور عباد سے ان کے بیٹے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیرؓ نے روایت کی۔ اسی طرح اس واقعے کو حضرت عائشہؓ سے ان کی پروردہ اور ان کے علم کی ترجمان عمرۃ بنت عبد الرحمن نے روایت کیا، اور ان سے ان کے رشتہ دار عبد اللہ بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری نے نقل کیا۔ امام طبری نے اپنی تاریخ میں تقریباً تین صفحات میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

اسی طرح ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کی روایت عبد الرحمن بن کعب بن مالک کی والدہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن انیسؓ سے سنی، اور عبد الرحمن نے اپنی والدہ سے، پھر ان سے ان کے بیٹے ابراہیم بن عبد الرحمن نے روایت کی۔ اس سریہ میں حضرت عبد اللہ بن انیسؓ شریک تھے۔

غزوہ ذی قرد کے متعدد واقعات حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے صاحبزادے ایاس نے اپنے والد سے سن کر بیان کیے ہیں۔ اسی طرح بیعتِ رضوان کے بارے میں امام طبری نے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے کہ: مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا، کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا، کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، اور انہوں نے اپنے والد سے، اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ بیعتِ رضوان میں شریک افراد کی تعداد پندرہ سو پچیس تھی۔(37)

غزوہ طائف کے سلسلے میں بلاذری نے ایک روایت مدائنی سے کی ہے۔ مدائنی نے ابو اسماعیل طائفی سے اور نہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے عن اشیاخ من اھل الطائف یعنی اھل الطائف کے بزرگوں سے اس کی روایت کی ہے۔(38)

صلح نجران کی ایک روایت ابن اسحاق نے معاذ بن رفاعہ رزقی سے کی ہے۔ جنھوں نے بتایا کہ حدثنی من شئت من رجال قومی۔ میری قوم کے لوگوں میں سے میرے ایک پسندیدہ آدمی نے اس کو مجھ سے بیان کیا ہے۔(39)

علامہ ابن اسحاق نے ایک جگہ لکھا ہے۔ فحدثنی بعض اہل العلم عن رجال من بنی اسلم کے بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے۔(40)

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے: ثلاثة كتب ليس لها أصول: المغازي، والملاحم، والتفسير۔ یعنی تین فنون کی کتابوں کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں: مغازی، ملاحم اور تفسیر۔

لیکن اس قول سے مراد مغازی، ملاحم اور تفسیر کی تمام کتابیں نہیں ہیں، بلکہ ان علوم کی بعض مخصوص کتابیں مراد ہیں جو اپنے بیان کرنے والوں کی بے اعتباری اور داستان گوئی کی وجہ سے ناقابلِ اعتماد سمجھی جاتی ہیں۔

چنانچہ خود امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مغازی کو موسیٰ بن عقبہ سے حاصل کرو، کیونکہ وہ ثقہ ہیں۔(41)

اسی طرح ابراہیم حربی بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل ہر جمعہ کو ابن سعد کے پاس سے واقدی کی کتابوں کے دو جز منگوا کر دیکھتے تھے، اور اگلے جمعہ کو انہیں واپس کر کے مزید دو جز منگوا لیتے تھے۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل کا یہ بھی قول ہے کہ مغازی کو ابن اسحاق سے حاصل کیا جائے، البتہ حلال و حرام کے مسائل میں احتیاط کی جائے۔(42)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

غزوات وسرایا میں اختلاف تعداد کی وجہ :

رہاغزوات وسرایا میں اختلاف تعداد۔ تو اصل وجہ راویوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق بیان کیا ہے۔ یا بعض حضرات چند غزوات کو قریب قریب اور ایک سفر میں ہو نے کی وجہ سے ایک غزوہ میں شمار کر لیا۔ اسلئے ان کے نزدیک غزوات کی تعداد کم رہی۔ جیسے غزوہ حنین اور طائف وغیرہ۔ (43)

1۔ بلیلاوی، عبد الحفیظ، مولانا، المنجد، مکتبہ قادسیہ، اردو بازار لاہور، ص۔ ۵۵۵

2۔ الزبيدي، السيد محمد مرتضى الحسيني، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الكتب العلمية- بيروت–لبنان، 2011ء، مادّہ : غزا

3۔ الزمخشري، محمود بن عمر (ت 538ھ)، أساس البلاغة، تحقيق: محمد باسل عيون السود، بيروت: دار الكتب العلمية، 1419ھ-/1998م، مادّة : غزو.

4۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ابتداء كتاب (باب: ذكر مغازي رسول الله ﷺ)

5۔ ابن منظور، محمد بن مكرم الإفريقي (ت 711ھ)، لسان العرب، بيروت: دار صادر، طبع جديد، صفحہ 223 :، مادّة : غزو

6۔ حسن ابراہیم: تاریخ الاسلام

7۔ ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ جلد 2۔ بیروت: دار صادر، بلا سن۔، ج2، ص6، نفیس اکیڈمی، اردو بازار لاہور

8۔ امام ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، دار الکتب العربی، بیروت، 1425ھ/2005، جلد 1، ص 921

9۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت، 1379ھ، ج4، ص 587

10۔ الطبری، ابو جعفر، محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، محقق: محمد ابو الفضل ابراہیم، دار المعارف، مصر، 1387ھ/1967ء، ج2، ص 504

11۔ ابن اثیر الجزري، الکامل فی التاریخ، جلد 2، ص 702، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان

12۔ ابن هشام، السيرة النبوية، ج2، ص 45

13۔ ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ، ج2، ص6

14۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، ج7، ص 182

15۔ الطبری، ابو جعفر، محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، ج2، ص 504

16۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، ج7، ص 182

17۔ الزرقانی، محمد عبد العظیم، المنہل الحدیث فی علوم الحدیث، دار اندلسیہ للنشر، 1361ھ، ص 53

18۔ امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ص3

19۔ خطیب بغدادی، احمد بن علی، الکفایہ فی علم الروایہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۸ء)، ص ۹۔

20۔ صبحی صالح، ڈاکٹر۔ علوم الحدیث و مصطلحہ۔ بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۷ء۔ ص 241

[21]۔ صبحی صالح، ڈاکٹر۔ علوم الحدیث ومصطلحہ۔ بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۷ء۔ ص 241

[22]۔ السخاوی، محمد بن عبد الرحمن، المختصر فی علم الرجال، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۲ء)، ص ۸۔

[23]۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ، شعبہ اردو معارف اسلامیہ، ج 10 ص 309

[24]۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، عجالہ نافعہ (لاہور: مطبع میر اعظم، 1283ھ)، 14۔

[25]۔ النیسابوری، مسلم بن الحجاج القشیری۔ الصحیح۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، کتاب السیر والجہاد

[26]۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، ج7، ص 217

[27]۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، ج7، ص 3

[28]۔ ابن الہمام، فتح القدیر شرح الہدایہ، ج4 (بیروت: دار الفکر، بدون سن)، ص 277۔

[29]۔ عسقلانی، ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری، ج7، ص 279

[30]۔ الحاکم النیسابوری، معرفۃ علوم الحدیث (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1977ء)، 238۔

[31]۔ بغدادی، خطیب، علامہ، شرف اصحاب الحدیث، دار العلم بمبئی، ص 8

[32]۔ المبارکپوری، محمد جمیل خان۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری۔ ریاض: دار الفکر، 1405ھ / 1985ء۔ ج 1۔ ص

[33]۔ الحلبی، علی بن برہان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون 1351ھ / 1932ء، المکتبہ البہیہ، مصر، ج ۳ ص 56

[34]۔ عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج 1، ص 1

[35]۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، علامہ، تدوین سیر ومغازی، 2005ء، فضلی بک سپر مارکیٹ، کراچی۔ پاکستان، ص 17

[36]۔ ابن سعد، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ، ج2، ص 376

[37]۔ الطبری، ابو جعفر، محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری)، ج3، ص 72

[38]۔ البلاذری، احمد بن یحیی، فتوح البلدان، موسسۃ المعارف، بیروت، 1407ھ / 1987، ص 54

[39]۔ ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ج2، ص 255

[40]۔ ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ج3، ص 310

[41]۔ الذہبی، محمد بن احمد، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور ج ا ص 140

[42]۔ الرازی، عبد الرحمن بن محمد، الجرح والتعدیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج 3 ص 193

[43]۔ الصحیح البخاری، کتاب المعازی، ص 563